دھکیل دیا گیا۔ منتخب پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا گیا اور مصری تاریخ کے شفاف ترین ریفرنڈم کے ذریعے عوام کے منظور کردہ دستور کو چھین لیا گیا۔ مصری عوام جو گذشتہ ۱۶ ماہ سے ڈھائے جانے والے بدترین مظالم کے باوجود پُرامن اور جمہوری طریقے سے اپنے چھینے گئے حق کے حصول کے لیے پُرامن جدوجہد کر رہے ہیں ہم ان کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں۔ مصری عوام نے ظلم وسفاکیت کے مقابلے میں جرأت اور بہادری کی جو لازوال داستان رقم کی ہے، اجلاس اسے انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا اور تمام عالمی اور اسلامی اداروں سے مطالبہ کرتا ہے وہ مصری عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کو رکوانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

● یہ اجلاس شام میں جاری نسل کشی، قتلِ عام اور خون کی ہولی کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ ظلم واستبداد کا ۴۰ سال سے زائد مسلط رہنے والا نظام، نہتے عوام پر ظلم وستم کے کوہ گراں ڈھاتے ہوئے خون کی ندیاں بہا رہا ہے۔ ظالم ڈکٹیٹر نے تمام بستیوں اور آبادیوں کو صحراؤں اور بیابانوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ لاکھوں لوگ قتل ہو چکے ہیں۔ لاکھوں ملک بدر اور بے گھر ہو کر انتہائی کس مپرسی کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اور باقی ماندہ شامی عوام اپنے ہی ملک میں اجنبی بنا دیے گئے ہیں۔

شرکاے اجلاس ان تمام عالمی اور علاقائی تنظیموں کی بے حسی اور دہرے معیار کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں جو بے گناہ شامی عوام پر توڑے جانے والے مظالم کو ختم کرنے کے لیے ایک بھی عملی قدم نہیں اٹھا سکے۔ شامی عوام صرف اپنی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق کے لیے کوشاں ہیں۔ کانفرنس کی نگاہ میں شام میں قتل وغارت رکوانے کی واحد سبیل ڈکٹیٹرشپ سے نجات اور سرزمین شام کی وحدت اور شامی عوام کی تحریک اور انقلاب کی پشتیبانی کرنا ہے۔

● شرکاے اجلاس بنگلہ دیش میں نام نہاد حکومتی ٹولے کے ہاتھوں اپوزیشن اور بالخصوص جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے خلاف کیے جانے والے ان وحشیانہ اور ظالمانہ اقدامات کی پُرزور مذمت کرتے ہیں جن کی مذمت تمام باضمیر اور عالمی انسانی حقوق کے ادارے کر چکے ہیں۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے یہ رہنما ساری عمر اپنی قوم کی مخلصانہ خدمت سرانجام دیتے رہے لیکن ایک نام نہاد ٹریبونل کے ذریعے ان کے خلاف ظالمانہ فیصلے کیے جا رہے ہیں۔ یہ اقدامات عدل وانصاف اور انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہیں۔ کئی عالمی اور غیر جانب دار انسانی حقوق

کے ادارے اور تنظیمیں ان فیصلوں کو مسترد کر چکے ہیں۔ یہ اجلاس تمام عالمی اداروں اور اقوام سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں کو رکوانے کے لیے فوری اقدامات کریں، بنگلہ دیشی حکومت کو ان مظالم سے باز رکھیں۔ تمام جماعتوں کو کام کرنے کی آزادی دے کر انھیں ملک کی خدمت کا موقع فراہم کرے۔

● شرکاے اجلاس میانمار (برما) کے اراکانی مسلمانوں کے خلاف ڈھائے جانے والے وحشیانہ مظالم کی بھی شدید مذمت کرتے ہیں۔ نیز نہتے اور مظلوم مسلمانوں کی نسل کشی کرنے، باقی رہ جانے والوں کو شہریت سے محروم کرنے اور انھیں جبری جلاوطن کرنے کو غیر انسانی سلوک سمجھتے ہیں۔ یہ اجلاس بین الاقوامی برادری سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ان انسانیت سوز مظالم کو روکنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

● یہ اجلاس دوسرے ممالک میں ہر قسم کی بیرونی مداخلت خصوصاً افغانستان، عراق، یمن اور صومالیہ میں استعماری ایجنڈے کو مسترد کرتا ہے۔ انسداد دہشت گردی کے نام پر ظالمانہ کارروائیوں سے مسائل حل نہیں ہوں گے بلکہ یہ جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہوگا اور پوری دنیا دہشت گردی، انتہاپسندی اور انتقام کی آگ کا شکار ہو جائے گی۔

● یہ اجلاس پاکستان کے قبائلی علاقوں پر امریکی ڈرون حملوں کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ یہ حملے ہمیشہ کے لیے رُکوانے اور ان کے نتیجے میں تباہی کا شکار ہونے والے بے گناہ شہریوں کے نقصانات کا ازالہ کرنے کے لیے عملی اقدام اُٹھائے۔

شرکاے اجلاس عرب حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بے گناہوں اور سیاسی حریفوں کے خلاف بے بنیاد الزامات کا سلسلہ بند کریں اور اظہار راے کی آزادی کا احترام کرتے ہوئے انھیں ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)

تیونس کے انتخابات

عبدالغفار عزیز

۱۴ جنوری ۲۰۱۱ء کو زبردست عوامی احتجاجات نے برادر مسلمان ملک تیونس پر تین دہائیوں سے مسلط سابق صدر زین العابدین بن علی کو اقتدار چھوڑ کر ملک سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسی سال ۲۱۷ رکنی دستور ساز اسمبلی کے لیے انتخابات ہوئے۔ یہ ملکی تاریخ کے پہلے کثیرالجماعتی انتخابات تھے، اس سے پہلے صرف صدر مملکت اور ان کی پارٹی ہی انتخابات 'لڑنے اور جیتنے' کی اہل تھی۔ ان انتخابات میں راشد الغنوشی کی سربراہی میں اسلامی تحریک 'تحریک نہضت' دوسری تمام پارٹیوں سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی لیکن ۵۰ فی صد نشستوں کے نہ ہونے کی وجہ سے نہضت کی قیادت میں مخلوط حکومت تشکیل پائی۔

پہلی منتخب حکومت کے سامنے متعدد بحرانات اور پیچیدہ قسم کے مسائل تھے جن سے نپٹنے کے لیے دو چار سال ہرگز کافی نہ تھے۔ ملک میں جبر سے آزاد نئے سیاسی ماحول کا آغاز ہی نہیں، سیکولر اور بے دین قوتوں کا اسلام سے خوف بھی ایک مسئلہ تھا۔ بورقیبہ اور بن علی کی حکومتوں کی طرف سے ملک کو اسلامی تشخص سے محروم کرنے اور فرانسیسی اور مغربی تہذیب کو رواج دینے کے لیے کئی دہائیوں پر محیط کوششوں کے اثرات کو مٹانا انتہائی کٹھن اور محنت طلب کام تھا۔ نصف صدی سے زائد عرصے سے ملک میں صرف طاقت، خوف اور ظلم کا راج تھا۔ حکمران طبقہ ہر قانون سے بالاتر تھا۔ اب، جب کہ ایک جمہوری حکومت عوام کو نصیب ہوئی تو ایک طرف عوام کو آزادیِ اظہار رائے کا موقع ملا، تو دوسری جانب نو منتخب حکومت نے بھی خود کو قانون کا پابند بناتے ہوئے طے کر لیا کہ وہ ضابطے اور قانون سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرے گی۔ انقلاب کے بعد عموماً حکومتیں کمزور ہوا کرتی ہیں۔

یہی حال نہضت کی قیادت میں مخلوط حکومت کا تھا۔ایک طرف ۵۰ سالہ آمریت کی باقیات کا احتساب مطلوب تھا اور دوسری طرف متعصب سیکولر سیاسی پارٹیوں کی دشمنی کا سامنا تھا۔ اچانک اُٹھ کھڑے ہونے والے مسلح گروہوں کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی انتہائی حکمت، صبر وتحمل اور جہد مسلسل کی ضرورت تھی۔ حکمرانوں کے ظلم وستم سے تنگ عوام نے بھی جلد بازی سے کام لیتے ہوئے فوری طور پر ہر قسم کے مسائل کے خاتمے کے مطالبات شروع کر دیے تھے۔

لیکن ان سب مسائل کے باوجود اپنے دورِ حکومت میں نہضت کی قیادت نے داخلی اور خارجی مسائل اور سازشوں کے مقابلے میں انتہائی عقل مندی، تدبر، سیاسی بصیرت اور طویل المدت حکمت عملی کا مظاہرہ کیا۔ آنے والے مہ وسال ثابت کریں گے کہ تحریک نہضت کی یہ صابرانہ وحکیمانہ پالیسی سب تحریکات اسلامیہ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

تحریک نہضت نے ملک کے سیکولر اور لادین عناصر سمیت پوری قوم کو ساتھ لے کر چلنے، وسیع تر ملکی مفاد میں تنگ نظری اور اَنا پرستی کو ترک کرتے ہوئے مخاصمت اور تصادم کے بجاے وسعت قلبی اور مفاہمت کی پالیسی اختیار کی۔ ہر چیلنج، سازش اور اشتعال انگیزی کا مقابلہ تحمل، رواداری اور نرم گوئی سے کیا۔ راشد غنوشی کی قیادت میں نہضت نے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ وہ جمہوریت کے حقیقی علَم بردار ہیں۔ وہ ایک ایسی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے کوشاں ہیں جہاں تمام شہریوں کو مساوی بنیادی انسانی حقوق میسر ہوں۔ تمام شعبہ ہاے زندگی میں ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے۔ ہر فرد اور پارٹی کو ملک کی خدمت کے لیے برابر مواقع میسر ہوں، اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ متعدد عرب ممالک سے ڈکٹیٹرشپ کے خاتمے کے چار سال بعد آج ان ممالک میں سے تیونس وہ واحد ملک ہے، جہاں جمہوری اقدار قدرے مضبوط نظر آتی ہیں۔ انتہائی کٹھن اور دشوار مراحل سے گزرتے ہوئے دو برس کی سخت محنت کے نتیجے میں ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء کو نیا آئین منظور ہوا۔ اور ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۴ء کو پارلیمانی انتخابات کے موقعے پر عوام نے پہلی مرتبہ پوری آزادی کے ساتھ اظہار راے کا حق استعمال کیا۔ جس کے نتیجے میں ملک پُرامن انتقالِ اقتدار کے حتمی مراحل کی جانب گام زن ہے۔

واضح بیرونی مداخلت، نیز اسلامی تحریکات سے کھلی دشمنی کا مظاہرہ کرنے والے بعض عرب ممالک کی طرف سے نہضت کے خلاف اربوں ڈالر جھونک دیے جانے کے باوجود حالیہ پارلیمانی

انتخابات کا مرحلہ خوش اسلوبی سے طے پایا۔ اگرچہ سرکاری نتائج کے مطابق سابق وزیراعظم اور صدر بورقیبہ کے دور میں اہم عہدوں پر رہنے والے الباجی قائد السبسی کی سربراہی میں سیکولر پارٹی 'ندائے تیونس' ۸۶ سیٹیں حاصل کر کے پہلے نمبر پر رہی لیکن وہ مختلف الخیال گروہوں کا ایک مجموعہ ہے جسے صرف 'نہضت' دشمنی میں اکٹھا کیا گیا ہے۔ تحریک نہضت ۶۹ نشستوں پر کامیاب ہوکر دوسرے نمبر پر آئی ہے۔ یکسو اور مضبوط نظریاتی بنیادوں والی جماعت کی حیثیت سے تحریک نہضت ہی نومنتخب ایوان کی اصل قوت ثابت ہوگی۔ نہضت چاہے تو جوڑ توڑ کی سیاست کر کے اب بھی کوئی کمزور حکومت قائم کرسکتی ہے، لیکن اس کی تمام تر توجہ حصولِ اقتدار نہیں، مستحکم اور آزاد ملکی نظام کی تشکیل واستحکام پر مرکوز ہے۔ حالیہ پارلیمانی انتخابات اس لحاظ سے بھی اہمیّت کے حامل تھے کہ ان کے نتیجے میں ملک میں عبوری سیاسی مرحلے کا اختتام ہوا، اور اس لحاظ سے بھی بہت اہمیّت کے حامل تھے کہ یہ انقلاب کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان ایک اعصاب شکن سیاسی معرکہ تھا۔

تحریک نہضت کی قیادت نے کھلے دل سے نتائج کو تسلیم کرتے ہوئے ندائے تیونس کے سربراہ الباجی قائد السبسی کو مبارک باد دی ہے، ساتھ ہی ملک کے وسیع تر مفاد میں قومی حکومت تشکیل دینے کا مشورہ بھی دیا ہے۔ تیونس کے قانون کے مطابق حکومت کی تشکیل کی ذمہ داری اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی کو سونپی جاتی ہے، لیکن ۵۰ فی صد نشستوں پر کامیاب نہ ہوپانے کے باعث سب سے بڑی پارٹی ندائے تیونس کو بھی مخلوط حکومت ہی تشکیل دینا پڑے گی۔ ندائے تیونس کی قیادت نے کہا تھا کہ ۲۳ نومبر کو ہونے والے صدارتی انتخابات کے بعد ہی ان کی پارٹی فیصلہ کرے گی کہ کس کے ساتھ مل کر حکومت بنائی جائے۔ اہم بات یہ ہے کہ نہضت کے پاس بھی اتنی نشستیں ہیں کہ اس کے بغیر کوئی بھی بل پاس نہیں ہوسکے گا۔

پارلیمانی انتخابات کے بعد ایک اہم مرحلہ ۲۳ نومبر کو ہونے والے صدارتی انتخابات تھے۔ نہضت نے صدارتی انتخابات میں حصّہ نہ لینے کا اعلان تو بہت پہلے کردیا تھا۔ انتخابات سے پہلے انھوں نے کسی متعین صدارتی امیدوار کی حمایت نہ کرنے کا فیصلہ بھی کرلیا۔ انھوں نے اپنے ووٹرز کو اختیار دیا کہ وہ جسے زیادہ اہل سمجھیں اسے ووٹ دیں۔ میدان میں ۲۵ صدارتی امیدوار تھے لیکن اصل مقابلہ دو بڑے امیدواروں: ندائے تیونس کے سربراہ الباجی قائد السبسی اور موجودہ صدر